تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو پند و نصائح

(ملفوظات جلد 8 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ وَھُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ(الانعام:104)

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں بلکہ وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور وہ لطیف اور خبر دار ہے۔

واحِد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اُسی کو یارو! بُتوں میں وفا نہیں

معزز سامعین!"مشاہدات" کے پلیٹ فارم سے آج سے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات پر مشتمل ملفوظات جلد 8 سے پند و نصائح پیش کی جارہی ہیں۔ آج کی تقریر جلد 8 سے پہلی تقریر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

اللہ تعالیٰ مخفی ہے مگر اپنی قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے

حضورؑ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ مخفی ہے مگر وہ اپنی قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ دُعا کے ذریعہ سے اُس کی ہستی کا پتہ لگتا ہے۔ کوئی بادشاہ یا شہنشاہ کہلائے ہر شخص پر ضرور ایسے مشکلات پڑتے ہیں جن میں انسان بالکل عاجز رہ جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اُس وقت دعا کے ذریعہ سے مشکلات حل ہو سکتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 35)

اسلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین پیدا کرنے کے لئے آیا ہے

فرمایا:

"اللہ تعالیٰ بیشک ہر بات پر قادر ہے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بے شک وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن وہ ایسے امور سے پاک اور منزّہ ہے جو اس کی صفاتِ کاملہ کے خلاف ہوں اور وہ ان باتوں کا دشمن ہے جو اُس کے دین کے مخالف ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اوائل میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر آج یہ غلطی ایک اژدھا بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں اس غلطی سے کسی گزند کا اندیشہ نہ تھا اور وہ غلطی ہی کے رنگ میں تھی۔ مگر جب سے عیسائیت کا خروج ہوا اور اُنہوں نے مسیح کی زندگی کو ان کی خدائی کی ایک بڑی زبردست دلیل قرار دیا تو یہ خطرناک امر ہو گیا۔ انہوں نے بار بار اور بڑے زور سے اس امر کو پیش کیا کہ اگر مسیح خدا نہیں تو وہ عرش پر کیسے بیٹھا ہے؟ اور اگر انسان ہو کر کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ زندہ آسمان پر چلا جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آدم سے لے کر اس وقت تک کوئی بھی آسمان پر نہیں گیا؟ اس قسم کے دلائل پیش کر کے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنانا چاہتے ہیں اور انہوں نے بنایا اور دنیا کے ایک حصہ کو گمراہ کر دیا اور بہت سے مسلمان جو

تیس لاکھ سے زیادہ بتائے جاتے ہیں اس غلطی کو صحیح عقیدہ تسلیم کرنے کی وجہ سے فتنہ کا شکار ہو گئے۔ اب اگر یہ صحیح بات ہوتی اور در حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے جاتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں اور مسلمان اپنی غلطی اور ناواقفی سے اُن کی تائید کرتے ہیں تو پھر اسلام کے لیے تو ایک ماتم کا دن ہوتا۔ کیونکہ **اسلام تو دنیا میں اس لیے آیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دنیا کو ایک ایمان اور یقین پیدا ہو اور اُس کی توحید پھیلے۔** وہ ایسا مذہب ہے کہ کوئی کمزوری اس میں پائی نہیں جاتی اور نہیں ہے۔ وہ تو اللہ ہی کو وحدہٗ لاشریک قرار دیتا ہے۔ کسی دوسرے میں یہ خصوصیت تسلیم کی جاوے تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی کسرِ شان ہے اور اسلام اس کو روا نہیں رکھتا۔ مگر عیسائیوں نے مسیح کی اس خصوصیت کو پیش کر کے دنیا کو گمراہ کر دیا ہے اور مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے ان کی اِس ہاں میں ہاں ملا دی اور اس ضرر کی پرواہ نہ کی جو اس سے اسلام کو پہنچا۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 337-338)

اگر انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کے بغیر ہوتا

فرمایا:

"اگر انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کے بغیر ہوتا تو کچھ شک نہیں بڑی مصیبت ہوتی۔ مگر اب ذرّہ ذرّہ کی حفاظت وہ ایک ذات کر رہی ہے۔ پھر کس بات کا غم اور خوف ہے۔ اس کی قدرتیں عجیب ہیں اور اُس کے تصرّفات بے نظیر۔ قادر خدا کو مان کر مومن کبھی غمگین نہیں ہوتا۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے اُسی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ مومن اور غیر مومن میں ایمان ہی کا تو فرق ہے۔ دہریہ مزاج اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے والے کی زندگی اس وقت تک عمدہ اور بے خوف و خطر ہوتی ہے جب تک اس پر مصائب اور مشکلات کا حملہ نہیں ہوتا لیکن جب خفیف سی مشکلات بھی آکر ظاہر ہوتی ہیں تو اس کی عقل مار دیتی ہیں اور وہ ان کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اُس کی امید اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہی نہیں اور اسباب اُسے مایوس کر دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں ذرا ذرا سی بات خلافِ مزاج پیش آجانے پر بعض اوقات یہ لوگ خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ یورپ میں جہاں دہریوں کی کثرت ہے وہاں اس قدر خودکشیاں ہوتی ہیں کہ کسی اَور ملک میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ ہمّ و غم اور مصائب کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کے دل کمزور ہو جاتے ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے مومن قوی دل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اس پر اگر مصائب آئیں تو وہ اس کو پست ہمت نہیں بناتیں بلکہ وہ مصائب میں اَور بھی قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اس کا ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور سچ پوچھو تو ایمان کا مزہ اور لذت انہی دنوں میں آتی ہے اور ایمان انہی ایام کے لیے ہوتا ہے۔ صحت کی حالت میں جب کہ نہ کوئی مالی غم ہو نہ جانی بلکہ ہر قسم کی آسائش اور امن ہو اس وقت کافر اور غیر کافر کی حالت یکساں ہو سکتی ہے لیکن مصیبت اور بیماری اور دوسری مشکلات میں ان باتوں کا امتحان ہو جاتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ سے قوی تعلق رکھتا ہے اور اس کی قدرتوں پر ایمان لاتا ہے اور کون اس کا شکوہ کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے۔ مصیبت اور دکھ ایمان کا ایک کامل معیار ہے اسی سے پہچانا جاتا ہے کہ کون صبر کرتا ہے۔ **صبر کیا ہے؟** یہ بھی ایمان ہی کا نتیجہ ہے۔ مصیبتوں میں جب مومن صبر کرتا ہے تو یہ صبر بھی ایک نئے رنگ کا صبر معلوم ہوتا ہے کہ کافر اس صبر میں مشابہت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کا معاملہ بھی ایک نئے رنگ کا معاملہ ہوتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ایک نیا خدا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس پر ایمان لاکر معرفت میں ترقی ہوتی ہے۔ جب مشکلات اور مصائب کی وجہ سے مومن دعائیں کرتا ہے تو دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ مصائب بجائے خود اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں دوسرے ان دعاؤں کے ذریعہ ان سے نجات بھی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور اس کی قدرتوں پر ایمان بڑھتا ہے۔ مصیبت سے انسان کی زندگی کبھی خالی نہیں رہ سکتی کسی نہ کسی رنگ میں کوئی نہ کوئی مصیبت انسان پر آجاتی جاتی ہے۔ خواہ بیماری کے رنگ میں ہو خواہ عزت و آبرو کے متعلق ہو یا مال و اسباب کی صورت میں ہو لیکن مومن کی مصیبت اس پر سہل ہو جاتی ہے اور اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ وہ اس مصیبت کو اپنے لیے خدا تعالیٰ سے تعلقات بڑھانے کا ایک ذریعہ یقین کرتا ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر وہی مصیبت بے ایمانوں کے لیے عذاب کے رنگ میں ہو جاتی ہے۔ کبھی دوسرے کو مصیبت میں دیکھ کر خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ تو ایک عبرت کا مقام ہے۔ خود بھی اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ مصیبت کے زخم کے لیے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ سخت سے سخت مشکلات اور مصائب میں بھی اندر ہی اندر تسلّی اور اطمینان پاتا ہے۔ وہ اپنے قلب میں تلخی اور عذاب کو محسوس نہیں کرتا۔ نہایت کار اس مصیبت کا انجام یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تقدیر مُبرَم ہے تو موت آجاوے لیکن اس سے کیا ہوا؟ دنیا کوئی ایسی جگہ تو ہے نہیں جہاں کوئی ہمیشہ رہ سکے۔ آخر ایک دن اور وقت سب پر آتا ہے کہ اس دنیا کو چھوڑنا پڑے گا۔ پھر اگر اسے موت آگئی تو حرج کیا ہوا۔ مومن کے لیے تو یہ موت اَور بھی راحت رساں اور وصالِ یار کا ذریعہ ہو جاتی ہے اس لیے کہ وہ

اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کی قدرتوں پر بھروسہ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اگلا جہان اس کے لیے ابدی راحت کا ہے۔ پس نِری مصیبت خواہ بیماری کی ہو یا کسی اَور قسم کی تکلیف عذاب کا موجب نہیں ہو سکتی بلکہ وہ مصیبت دکھ دینے والا عذاب ٹھہرتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور بھروسہ نہ ہو۔ ایسے شخص کو البتہ سخت عذاب ہوتا ہے اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ موت ہی نہ آوے تو یہ خیال خام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ناپائیدار قرار دیا ہے۔ ایسے شخص کے لیے دوسرے جہان میں سخت دردناک جہنم ہوگا جس کے لیے اسے تیار رہنا چاہیے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 43-45)

جس قدر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عظمت پر ایمان ہوگا

فرمایا:

"یہ بالکل سچ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عظمت پر ایمان ہوگا اُسی قدر اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف ہوگا ورنہ غفلت کے ایام میں جرائم پر دلیر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اُس کی عظمت و جبروت کا رعب اور خوف ہی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے گناہ جل جاتے ہیں اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جن اشیاء سے ڈرتا ہے، پرہیز کرتا ہے۔ مثلاً جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے اس لیے آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا یا مثلاً اگر یہ علم ہے کہ فلاں جگہ سانپ ہے تو اس راستہ سے نہیں گزرے گا۔ اسی طرح اگر اس کو یہ یقین ہو جاوے کہ گناہ کا زہر اُس کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرے اور اس کو یقین ہو کہ وہ گناہ کو ناپسند کرتا ہے اور گناہ پر سخت سزا دیتا ہے تو اس کو گناہ پر دلیری اور جرأت نہ ہو۔ زمین پر پھر اس طرح سے چلتا ہے جیسے مُردہ چلتا ہے۔ اس کی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے پاس ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 62-63)

سامعین! اللہ تعالیٰ صالحین کا متولّی اور متکفّل ہو جاتا ہے

فرمایا:

" اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پرواہ ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف: 197) یعنی اللہ تعالیٰ آپ صالحین کا متولّی اور متکفّل ہوتا ہے۔ اگر بدبخت ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لیے چھوڑ جاؤ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائے گی اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑے گی جو اس کے لیے لازمی ہے۔ جو شخص اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کی رائے اور منشاء سے متفق کرتا ہے وہ اولاد کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ اسی طرح پر ہے کہ اس کی صلاحیت کے لیے کوشش کرے اور دعائیں کرے۔ اس صورت میں خود اللہ تعالیٰ اس کا تکفّل کرے گا اور اگر بدچلن ہے تو جائے جہنم میں۔ اس کی پرواہ تک نہ کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ مَیں بچہ تھا جوان ہوا اب بوڑھا ہو گیا۔ مَیں نے متّقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے۔ پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لیے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متّقی اور دیندار بنانے کے لیے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لیے مال جمع کرنے کی کرتے ہوئے اُسی قدر کوشش اس امر میں ہو۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو جاوے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 109-110)

خدا تعالیٰ کی طلب میں پوری کوشش نہ کرنے والا بھی کافر ہے

فرمایا:

"خدا تعالیٰ کی طلب میں جو شخص پوری کوشش نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ ہر ایک چیز کو جب اس کی حدِّ مقرر تک پہنچایا جاتا ہے تب اُس سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسے اس زمین میں چالیس یا پچاس ہاتھ کھودنے سے کنواں تیار ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف چار پانچ ہاتھ کھود کر چھوڑ دے اور کہہ دے کہ یہاں پانی نہیں ہے تو اس کی غلطی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس شخص نے حق محنت ادا نہیں کیا۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 32)

جب تک انسان خدا تعالیٰ کا نہ ہو جائے

فرمایا:

”جب تک انسان بالکل خدا تعالیٰ کا نہ ہو جائے وہ کچھ نہ کچھ مَسِ عذاب اس دنیا میں پاتا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے بعض افراد دُنیوی آرائش اور آرام کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور اس میں مصروف ہیں۔ اُن کو چاہیے کہ اپنی عملی حالت کو درست کریں اور خدا تعالیٰ کی طرف پورے جوش اور طاقت کے ساتھ جُھک جاویں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 430)

اللہ تعالیٰ کی عظمت

فرمایا:

”یہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لیے ہو جاوے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کسی کے دھوکے میں نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ ریاکاری اور فریب سے خدا تعالیٰ کو ٹھگ لوں گا تو یہ حماقت اور نادانی ہے۔ وہ خود ہی دھوکہ کھا رہا ہے۔ دنیا کی زیب، دنیا کی محبت ساری خطاکاریوں کی جڑ ہے۔ اِس میں اندھا ہو کر انسان انسانیت سے نکل جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ مَیں کیا کر رہا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ جس حالت میں عقلمند انسان کسی کے دھوکہ میں نہیں آسکتا تو اللہ تعالیٰ کیوں کر کسی کے دھوکہ میں آسکتا ہے۔ مگر ایسے افعالِ بد کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور سب سے بڑا گناہ جس نے اِس وقت مسلمانوں کو تباہ حال کر رکھا ہے اور جس میں وہ مبتلا ہیں وہ یہی دنیا کی محبت ہے۔ سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت لوگ اسی ہمّ و غم میں پھنسے ہوئے ہیں اور اُس وقت کا لحاظ اور خیال بھی نہیں کہ جب قبر میں رکھے جائیں گے۔ ایسے لوگ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور دین کے لیے ذرا بھی ہمّ و غم رکھتے تو بہت کچھ فائدہ اٹھا لیتے۔ سعدی کہتا ہے۔

گر وزیر از خدا بترسیدے

ملازم لوگ تھوڑی سی نوکری کے لیے اپنے کام میں کیسے چست و چالاک ہوتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ذرا ٹھنڈا پانی دیکھ کر ہی رہ جاتے ہیں۔ ایسی باتیں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں ہوتی۔ اگر خدا تعالیٰ کی کچھ بھی عظمت ہو اور مرنے کا خیال اور یقین ہو تو ساری سستی اور غفلت جاتی رہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں رکھنا چاہیے اور اس سے ہمیشہ ڈرنا چاہیے۔ اس کی گرفت خطرناک ہوتی ہے۔ وہ چشم پوشی کرتا ہے اور درگزر فرماتا ہے لیکن جب کسی کو پکڑتا ہے تو پھر بہت سخت پکڑتا ہے۔ یہاں تک کہ لَا یَخَافُ عُقْبٰھَا (الشمس:16) وہ اس امر کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کے پچھلوں کا کیا حال ہوگا۔ برخلاف اس کے جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو عزت دیتا ہے اور خود اُن کے لیے ایک سِپر ہو جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 355-356)

سامعین! خدا تعالیٰ ظالم نہیں

فرمایا:

”خدا تعالیٰ ظالم نہیں اور نہ انسان کی طرح چڑچڑا ہے۔ جب کسی کو عذاب ملتا ہے تو وہ دراصل اس انسان کے اپنے ہی اعمال کی ایک حالت ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 412)

خدا تعالیٰ غنی، بے نیاز ہے

فرمایا:

”خدا تعالیٰ کو اِن باتوں کے ساتھ آزمانا نہیں چاہیے۔ مَیں تعجّب کرتا ہوں۔ اِن لوگوں کی حالت پر جو اِس قسم کے سوال کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔ کیا یہ لوگ خدا تعالیٰ پر اپنے ایمان لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ جو شخص سچائی پر ایمان لاتا ہے وہ خود گناہوں سے پاک ہونے کا ایک ذریعہ تلاش کرنے والا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کو اس کی کیا حاجت ہے؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم سب کے سب مرتد ہو جاؤ تو وہ ایک اور نئی قوم پیدا کرے گا جو اس سے پیار کرے گی۔ جو شخص گناہ کرتا ہے اور کافر بنتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کرتا اور جو ایمان لاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کچھ بڑھا نہیں دیتا۔ ہر ایک شخص اپنا ہی فائدہ یا نقصان کرتا ہے۔

جو لوگ خدا تعالیٰ پر احسان رکھ کر اور شرطیں لگا کر ایمان لانا چاہتے ہیں اُن کی وہ حالت ہے کہ ایک شخص جو سخت پیاس میں مبتلا ہے پانی کے چشمہ پر جاتا ہے مگر وہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے چشمہ! مَیں تیرا پانی تب پیوں گا جبکہ تو مجھے ایک ہزار روپیہ نکال کر دیوے۔ بتاؤ! اس کو چشمہ سے کیا جواب ملے گا؟ یہی کہ جا پیاس سے مر۔ مجھے تیری حاجت نہیں۔ خدا تعالیٰ غنی، بے نیاز ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 412-413)

اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق رکھنے کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے حضورؑ نے فرمایا:

" دنیا میں لاکھوں بکریاں بھیڑیں ذبح ہوتی ہیں لیکن کوئی اُن کے سرہانے بیٹھ کر نہیں روتا۔ اس کا کیا باعث ہے؟ یہی کہ اُن کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایسے انسان کی ہلاکت کی بھی آسمان پر کوئی پرواہ نہیں ہوتی جو اس سے سچا تعلق نہیں رکھتا۔ انسان اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتا ہے تو اشرف المخلوقات ہے ورنہ کیڑوں سے بھی بدتر ہے۔ اس میں دو اُنس ہیں ایک اُنس احکام الٰہی سے (جو ہو تو وہ کامل آدم ہے ورنہ وہ مُردہ کیڑا ہے) دوم مخلوقِ الٰہی سے۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ کئی ایک محض بے گناہ قید ہو جاتے ہیں اور ظالمانہ دست اندازیوں کا نشانہ بنتے ہیں مگر اس کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی پوری پرواہ نہیں کرتے اور دعاؤں سے اس کی پناہ نہیں چاہتے۔ وہ شریعت میں بالکل لاپرواہ ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے لاابالی کا معاملہ کرتا ہے ورنہ ان کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہوتا تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے دوست کو دشمنوں کے ہاتھوں میں یوں چھوڑے کیونکہ وہ ولی المومنین ہونے اور نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ (حٰمٓ سجدہ:32) کا وعدہ کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 129-130)

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مذاہب کے مقابل پر اسلام کو غلبہ اور قوت دینے کا فیصلہ کیا ہے

فرمایا:

"مسلمانوں کے لیے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ اُن کا خدا ایسا خدا نہیں جس پر کوئی اعتراض یا حملہ ہو سکے۔ وہ اس کی طاقتوں اور قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی صفات پر یقین لاتے ہیں مگر جنہوں نے انسان کو خدا بنایا یا جنہوں نے اس کی قدرتوں سے انکار کر دیا اُن کے لیے خدا کا عدم و وجود برابر ہے۔ جیسے مثلاً آریوں کا مذہب ہے کہ ذرّہ ذرّہ اپنے وجود کا آپ ہی خدا ہے اور اُس نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ اب بتاؤ کہ جب ذرات کے وجود کا خالق خدا نہیں تو اس کے قیام کے لیے خدا کی حاجت کیا ہے جبکہ طاقتیں خود بخود موجود ہیں تو پھر انصاف سے بتاؤ کہ ان کے لیے خدا کے وجود کی کیا ضرورت ہے؟ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس عقیدہ کے رکھنے والے آریوں اور دہریوں میں 19 اور 20 کا فرق ہے۔ اب صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کامل اور زندہ مذہب ہے اور وہ اب وقت آ گیا ہے کہ پھر اسلام کی عظمت شوکت ظاہر ہو اور اسی مقصد کو لے کر مَیں آیا ہوں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ جو انوار و برکات اِس وقت آسمان سے اُتر رہے ہیں وہ اُن کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ وقت پر اُن کی دستگیری ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس مصیبت کے وقت اُن کی نصرت فرمائی۔ لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں تو خدا تعالیٰ اُن کی کچھ پرواہ نہ کرے گا۔ وہ اپنا کام کر کے رہے گا مگر اِن پر افسوس ہوگا۔ مَیں بڑی زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ **اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔** اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ (البروج:17) ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دے دی ہے اور مَیں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا یا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 256)

ہر امر کی طناب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

فرمایا:

"یاد رکھو! اب جس کا اصول دنیا ہے اور پھر وہ اِس جماعت میں شامل ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اِس جماعت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی اِس جماعت میں داخل اور شامل ہے جو دنیا سے دست بردار ہے۔ یہ کوئی مت خیال کرے کہ مَیں ایسے خیال سے تباہ ہو جاؤں گا۔ یہ خدا شناسی کی راہ سے دُور لے جانے والا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ کبھی اُس شخص کو جو محض اُسی کا ہو جاتا ہے ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ خود اُس کا متکفّل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوتا ہے وہی کچھ

پاتا ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں کو پیار کرتا ہے اور اُنہیں کی اولاد بابرکت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرتا ہے اور یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ کا سچا فرمانبردار ہو وہ یا اُس کی اولاد تباہ و برباد ہو جاوے۔ دنیا اُن لوگوں ہی کی برباد ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں اور دنیا پر جھکتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہر امر کی طناب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کے بغیر کوئی مقدمہ فتح نہیں ہو سکتا۔ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اور کسی قسم کی آسائش اور راحت میسر نہیں آسکتی۔ دولت ہو سکتی ہے مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مرنے کے بعد یہ بیوی بچوں کے ضرور کام آئے گی۔ اِن باتوں پر غور کرو اور اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرو۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 297-298)

اللہ تعالیٰ پر بدظنّی نہ کرو

اِس حوالے سے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ جب گنہگار لوگ جہنم میں ڈالے جاویں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارا ایک ہی گناہ بہت بڑا ہے کہ تم نے خدا پر بدظنّی کی۔ اگر بدظنّی نہ کرتے تو کامل اور مومن بن کر آتے۔ حقیقت میں یہ بہت بڑا گناہ ہے جو انسان اللہ تعالیٰ پر بدظن ہو جاوے۔ باقی جس قدر گناہ ہیں وہ اِسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقی رازق یقین کرے تو پھر چوری، بددیانتی اور فریب سے لوگوں کا مال کیوں مارے؟ افسوس! نادان انسان سمجھتا ہے ایہہ جہان مِٹھا اگلا کس نے ڈِٹھا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ پر بدظنّی ہے۔ اگر اسے صادق یقین کرتے تو یہ نہ کہتے۔ بلکہ یہ کہتے کہ

دُنیا چند روزے چند آخر با خداوند

دنیا کو چند روز یقین کر کے اس کی عمارتوں اور آرائشوں اور ہر قسم کی دولتوں سے دل نہ لگاتے بلکہ ہر وقت موت کی فکر میں لرزاں ترساں رہ کر عاقبت کا خیال کرتے اور اُس کا بندوبست کرتے کہ آخر مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ مگر اب تو یہ حالت ہے کہ عام طور پر ایک غفلت چھائی ہوئی ہے اور لوگ اس طرح پر مصروف اور دلدادہ دنیا ہیں۔ گویا اُنہوں نے کبھی یہاں سے جانا ہی نہیں اور موت کوئی چیز ہی نہیں یا کم از کم اُس کا اثر اُن پر کچھ بھی ہونے والا نہیں۔ یہ بدخیالی یہ غفلت اور خود رفتگی کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس کی جڑ بھی وہی خدا تعالیٰ پر بدظنّی ہے۔ اس کو صادق یقین نہیں کیا۔ انسان کی عادت ہے کہ جس کام پر اس کی آنکھ کھل جاوے اور کسی امر کو یہ اپنے لیے مفید سمجھ لے وہی کرتا ہے۔ ایک تاجر کو معلوم ہو جاوے کہ فلاں ملک میں اگر اُس کا مال جاوے تو اُس سے اِس قدر فائدہ ہو گا تو ضرور وہاں اپنا مال لے جائے گا۔ ایسا ہی ایک زمیندار اور دوسرے اہل حرفہ کرتے ہیں۔ اسی طرح پر اگر انسان کی آنکھ کھل جاوے اور عاقبت کا فکر اُسے دامن گیر ہو اور وہ ایک یقین اپنے اندر پیدا کر لے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا ہے تو اُس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ظاہر فرمایا ہے کہ اگر مجھ پر نیک ظنّ ہوتا تو مشکل کیا تھا۔ کیا نماز پڑھنا مشکل تھا۔ ہرگز نہیں خدا تعالیٰ کا خوف جب غالب ہو تو آدمی کیسا ہی مصروف ہو اُسے چھوڑ کر بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس وقت ہم سب یہاں بیٹھے ہیں اور ایک کام میں مصروف ہیں لیکن اگر خدانخواستہ اس وقت زلزلہ آجاوے تو ہم میں سے کوئی یہاں رہ سکتا ہے؟ سب کے سب لوگ بھاگ جاویں۔ یہاں تک کہ مریض اور ضعیف بھی دوڑ پڑیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خوف کے ساتھ ایک قوت آتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ پر بدظنّی نہ ہوتی تو طاقت آجاتی اور اُس کے احکام کی تکمیل کے لیے ایک جوش اور اضطراب پیدا ہو جاتا۔

غرض بدظنّی تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ جو نیک ظنّی سے خدا تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لاویں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان ہو تو پھر کیا ہے جو نہیں ہو سکتا۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں گناہ کیوں کر چُھوٹ سکتا ہے۔ یہ باتیں اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کامل یقین نہیں ہوتا۔ چونکہ اس کُوچہ سے نامحرم ہوتے ہیں اس لیے ایسے ابہام طبیعت میں پیدا ہوتے ہیں۔ مگر مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس نے نطفہ سے انسان کو بنا دیا ہے وہ اس انسان کو ہر قسم کے پاک تغیّرات کی توفیق عطا کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ ہاں ضرورت ہے طلبگار دل کی۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 379-381)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)